OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴾International Journal of Islamic Thought﴿
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:4, Issue: 2, July - December 2025 PP: 01-16

ججز کی معزولی سے متعلق شریعت اسلامی اور پاکستانی قوانین کا تقابلی جائزہ

A Comparative Study of Judicial Powers in Islamic Shari'ah and Pakistani Law

Muhammad Arif
Teaching Assistant, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University, Mansehra
Email arif.hu1981@yahoo.com

Dr. Muhammad Fayyaz
Assistant Professor, Department of Islamic and Religious Studies,
Hazara University, Mansehra
Email; drfayyaz1970@gmail.com

Hasnain Amjad
PhD Scholar, Department of Islamic and Religious Studies,
Hazara University, Mansehra
Email: Hasnainamjad0345@gmail.com

Abstract

The judiciary plays a pivotal role in upholding justice and the rule of law. However, the removal or dismissal of judges is a matter of utmost importance to ensure accountability while safeguarding judicial independence. This article presents a comparative analysis of the dismissal of judges under Islamic law (Shariah) and the legal framework of Pakistan. In Islamic jurisprudence, the dismissal of a judge is guided by principles of justice, integrity, and moral competence, with references from classical jurists such as Imam Abu Yusuf and Imam Al-Mawardi, as well as historical precedents from the Rashidun Caliphate. In Pakistan, the Constitution, particularly Article 209, alongside the Supreme Judicial Council and relevant provisions of the Pakistan Penal Code, provides a procedural framework for investigating misconduct and removing judges. The study highlights similarities and differences in accountability mechanisms, emphasizing that both systems seek to balance judicial independence with accountability, albeit through distinct approaches. This comparative study contributes to a better understanding of the intersection between Islamic principles and contemporary constitutional law regarding judicial discipline.

Keywords: *Judicial accountability, Judge Removal, Shariah law, Pakistani Constitution, Supreme Judicial Council, Article 209, Islamic jurisprudence, Judicial misconduct, Comparative study.*

CC BY

تمہید

منصبِ قضاء اسلامی معاشرے میں نہایت اہم اور مقدس حیثیت رکھتا ہے۔ قاضی نہ صرف عدل و انصاف کے نفاذ کا ذمہ دار ہوتا ہے بلکہ اس کی دیانت، علم، اور اخلاقی صلاحیت بھی معاشرتی اور قانونی نظام کی مضبوطی کے لیے ضروری ہیں۔ اس ضمن میں، قاضی کی معزولی یا برطرفی ایک نازک معاملہ ہے، کیونکہ اس سے نہ صرف فردِ قاضی بلکہ نظامِ عدل پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اسلامی فقہ میں قاضی کی برطرفی کے لیے مخصوص شرائط، ضوابط اور اصول موجود ہیں، جو عدل، تقویٰ، اور شفافیت کی بنیاد پر فیصلہ سازی کو یقینی بناتے ہیں۔ فقہاء جیسے امام ابویوسف اور امام الماوردی نے قاضی کے اختیارات اور ان کے احتساب کے طریقہ کار پر مفصل روشنی ڈالی ہے، جبکہ خلفائے راشدین کے دور میں عملی مثالیں بھی موجود ہیں جو قاضی کی ذمہ داری اور معزولی کی شرعی حدود کو واضح کرتی ہیں۔

پاکستانی قانونی نظام میں بھی قاضی یا ججز کی معزولی کے لیے مخصوص قانونی فریم ورک موجود ہے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 209 کے تحت قائم شدہ سپریم جوڈیشل کونسل، ججز کی برطرفی یا معزولی کے لیے قانونی ضابطہ کار فراہم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ، پاکستان پینل کوڈ کی متعلقہ دفعات اور عدالتی قواعد بھی قاضی کے احتساب، عدلیہ میں بدعنوانی یا نااہلی کی صورت میں کارروائی کے لئے رہنما ہیں۔

یہ آرٹیکل اسلامی شریعت اور پاکستانی قانونی نظام کے موازنے کے ذریعے یہ جائزہ لیتا ہے کہ دونوں نظام کس طرح ججز کی معزولی کے معاملے کو دیکھتے ہیں، اور کس حد تک عدالتی آزادی اور احتساب کے درمیان توازن قائم رکھتے ہیں۔ اس مطالعے سے نہ صرف قاضی کی معزولی کے اصول و ضوابط کی تفہیم حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اسلامی اور معاصر قانونی نظام میں کس طرح اخلاقی، قانونی اور عملی تقاضے پورے کیے جاتے ہیں۔

ججز کی معزولی سے متعلق اسلامی قوانین

قاضی/جج کی منصب قضاء سے معزولی کی صورتیں

اسلامی نظامِ عدل میں قاضی یا جج کا منصب نہایت اہم، حساس اور عظیم ذمہ داری کا حامل ہے۔ قاضی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت دار بنایا گیا ہے تاکہ وہ حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کرے اور ظلم و ناانصافی کا سدباب کرے۔ اس منصب پر فائز شخص کے لیے دیانت، عدل، علمِ شریعت، بصیرت اور تقویٰ جیسی صفات کا حامل ہونا ضروری ہے۔ تاہم، اگر کسی قاضی میں یہ صفات زائل ہو جائیں یا وہ کسی ایسی عملی یا اخلاقی خرابی میں مبتلا ہو جائے جو اس کے عدالتی کردار پر منفی اثر ڈالے، تو شریعت اسلامیہ اس کے معزول کیے جانے کی اجازت بلکہ ضرورت پر زور دیتی ہے۔

زیرِ نظر بحث میں ہم یہ واضح کریں گے کہ کن شرائط، وجوہات یا حالات میں قاضی یا جج کو منصبِ قضاء سے معزول کیا جا سکتا ہے۔ ہم فقہی آراء، آئمہ کرام کی تشریحات، اور تاریخی نظائر کی روشنی میں ان صورتوں کا تجزیہ کریں گے، جن میں معزولی ایک شرعی تقاضا بن جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہم ان اصولوں پر بھی روشنی ڈالیں گے جو اسلامی ریاست میں قاضی کے احتساب اور نگرانی کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔

قاضی کی اپنے منصب سے علیحدگی کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(الف) امیر یا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا قاضی کو معزول کرنا۔

(ب) خود قاضی اپنے منصب سے علیحدہ ہو جائے۔

(ج) عزل کے اسباب پیدا ہو جائیں۔

پہلی صورت: امیر یا قاضی القضاۃ کا قاضی کو معزول کرنا

امیر یا قاضی القضاۃ کی جانب سے قاضی کو معزول کرنے کا حق یہ ہے کہ جس امیر یا قاضی القضاۃ نے قاضی کو منصب قضاپر فائز کیا ہوتا ہے، وہی اس کی معزولی کا اختیار بھی رکھتا ہے۔[1]

اگر کوئی سبب ایسا پیدا ہو گیا ہے جو معزولی کا متقاضی ہے تو امیر کے لئے قاضی کو معزول کر دینا جائز ہو گا، مثلاً فرائض قضاء کی انجام دہی میں وہ کمزور ثابت ہو رہا ہو، یا کوئی ایسا شخص میسر ہو گیا ہو، جو فرائض قضاء کی انجام دہی کے لئے اس قاضی سے زیادہ اہل ہو۔[2]

"عن ابي حنيفة لا يترك القاضي على القضاء أكثر من سنة ---الخ[3]

یا امیر یہ محسوس کرتا ہو کہ قاضی کو مناسب مدت کے لئے درس و مطالعہ اور مذاکرہ میں اپنے علم کو تازہ کرنے کے لئے مشغول کرنا چاہیے۔

والأولى للمولي أن لا يعزله الالعذر ---الخ[4]

اگر قاضی اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں دیانت، شفافیت اور شریعت کے اصولوں کے مطابق کام کر رہا ہو، اور اس کی کارکردگی میں کسی قسم کی کوتاہی یا خلل نہ پایا جائے، تو ایسی صورت میں محض بلاوجہ اور بغیر کسی معقول سبب کے اسے منصبِ قضاسے سبکدوش کرنا مناسب طرزِ عمل نہیں۔ کیونکہ اسلامی ریاست میں حاکم وقت (امیر) کے جملہ اختیارات مصلحت عامہ کے تابع ہونے چاہییں، اور جب تک کسی عمل میں عمومی بہتری یا اصلاح کا پہلو موجود نہ ہو، اس میں مداخلت غیر موزوں سمجھی جاتی ہے۔

تاہم فقہی اصولوں کی رو سے اگر سربراہِ مملکت کسی شرعی ممانعت یا نصِ قطعی کے خلاف ورزی کے بغیر قاضی کو عہدہ سے معزول کر دے تو اس کا یہ اقدام نافذ العمل سمجھا جائے گا، اور قاضی کو معزول تصور کیا جائے گا۔ اس کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ امام یا امیر کے وہ احکام جو نصِ شرعی یا اجماعی قواعد کے منافی نہ ہوں، وہ واجب الاطاعت قرار دیے جاتے ہیں۔

واضح رہے کہ امیر کی تقرری عوام کے مفادات اور ان کے مصالح کی نگرانی کے لئے ہے اس لئے اس کے تصرفات کی بناء مصالح پر ہونی چاہئے، اور اس کے لئے کوئی ایسا تصرف درست نہیں ہو گا جو مصلحت سے خالی ہو "تصرف الامام منوط بالمصلحۃ" مشہور قاعدہ ہے جس کی تصریح فقہائے احناف نے "کتاب الصلح"، "کتاب الجنایات" اور مختلف ابواب فقہ میں کی ہے اور خود امام ابو یوسف نے "کتاب الخراج" میں متعدد مواقع پر اس کی تصریح کی ہے، پس اگرچہ متن کتاب میں مذکور اس جزئیہ کی تصریح فقہائے احناف کے یہاں نہیں ملی لیکن یہ حکم قواعد کلیہ کے مطابق ہے۔ چنانچہ امام ابو یوسف نے "کتاب الخراج" کے "باب احیاءالموات" میں لکھا ہے " وليس للامام أن يخرج شيئاً من يد احد الابحق ثابت معروف "[5] اگرچہ امام ابو یوسف کی تصریح خاص احکام کے ذیل میں ہے لیکن اس عام اصولی کلام سے اس پر ضرور روشنی پڑتی ہے کہ امیر کے لئے ایسا تصرف درست نہیں جس کی بنیاد کسی مصلحت پر نہ ہو اس لئے علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے کہ:

" اذا كان فعل الامام مبنيا على المصلحة فيما يتعلق بالأمور العامة لم ينفذ امره شرعا الا اذا وافقه

فإن خالفه لم ينفذ "واضح رہے کہ اگرچہ امیر کے لیے ایسا تصرف جو مصلحت سے خالی ہو درست نہیں، لیکن جب تک امیر کا حکم نص واجماع کے خلاف نہ ہو، اور کسی معصیت کا نہ ہو، نافذ اور واجب الاطاعت تصور کیا جائے گا۔ علامہ ابن نجیم [6] نے ہی بحر الرائق میں آئمہ احناف سے نقل کرتے ہوئے لکھاہے :

"الطاعة الامام في غير المعصية واجبة فلوامر الامام بصوم يوم وجب ---الخ لان عزله حكم من احكام الامام لايرداذا لم يخالف نصا أو اجماع "[7]"فيجوز للسلطان أن يعزل القاضي بريبة وبغير ريبة ويقول السلطان للقاضي ما عزلتك لفساد فيك ولكن أخشى عليك ان تنسى العلم فادرس العلم ثم عد الينا حتى نقلدك ثانيا"[8]

"ولم ارحكم ما اذا تعين ولم يول الايمال - هل يحل بذله ، وكذا لم ارجواز عزله وينبغي أن يحل بذله للمال كا حل طلبه وان يحرم عزله حيث تعين كان لا يصح (بحر) قال في النهر هذا ظاهر في صحة توليته واما عدم صحة عزله فممنوع نعم لو قيل لا يحل عزله في هذه الحالة لم يبعد كالوصى العدل "[9]

اگر امیر قاضی کو کسی نقص اور ضعف کی وجہ سے معزول نہیں کرتا بلکہ کسی اور مصلحت سے معزول کرے تو اسے اپنے حکم میں اس کی وضاحت کر دینی چاہیے اگر صورت حال ایسی ہو کہ اہل افراد کا فقدان ہو، اور جس شخص کو منصب قضاء پر مقرر کیا گیا ہے، وہ اس وقت اس عہدہ کے لئے متعین ہے اور گویا فرائض قضاء کی ادائیگی کے لئے تنہا اہل شخص ہے تو ایسے قاضی کو اس کے عہدہ سے معزول کرنا امیر کے لئے حلال نہیں۔

عن أبي يوسف لا ينعزل - قال في الخلاصة وهو الأشبه وعزله يكون لقول فان قلد غيره و اقترن بتقليده شواهد العزل كان تقليد غيره عز لاله وان لم تقترن به شواهد العزل كان الأول على ولايته والثاني مشاركاله في نظرة .[10]

اگرچہ ان حالات میں بھی امیر کا حکم نافذ ہو گا اور قاضی معزول قرار پائے گا۔

قاضی کی معزولی کے لئے امیر کا حکم زبانی یا تحریری ضروری ہے اس لئے اگر کسی شہر میں کوئی قاضی پہلے سے مقرر ہو اور پھر امیر وہاں کسی دوسرے شخص کے لئے عہدہ قضاء پر تقرری کا تقرر نامہ جاری کر دے، تو یہ دوسرے قاضی کی تقرری" پہلے قاضی کی معزولی تصور نہیں کی جائے گی الا یہ کہ کوئی قرینہ واضح "غزل پر موجود ہو۔

جب تک قاضی کو معزولی کا پروانہ مل نہ جائے، اور اس کی جگہ دوسرا قاضی مقرر ہو کر نہ آجائے پہلا قاضی معزول نہیں قرار پائے گا۔ اور اس کے اس عبوری دور کے تصرفات نافذ قرار پائیں گے۔[11]

دوسری صورت : قاضی خود اپنا منصب چھوڑنا

قاضی اپنے منصب سے استعفی دے کر علیحدہ ہو سکتا ہے، لیکن ایسا کرنا اس کے لئے بغیر عذر درست نہیں، اگر قاضی بغیر عذر معقول اپنے منصب سے استعفی دے تو اسے باز رہنے کو کہا جائے گا لیکن اس ممانعت کے باوجود اگر اسے اپنے استعفی پر اصرار ہو تو اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا لیکن چونکہ قاضی حقوق انسانی کی حفاظت کا ذمہ دار ہے جس کی ضیاع حرام ہے، اس لئے علیحدگی سے پہلے قاضی کے لئے ضروری ہے کہ امیر کو اپنے ارادہ سے اتنی مدت پہلے باخبر کر دے کہ امیر اس عہدے کے لئے کوئی دوسری شخصیت فراہم کر سکے محض قاضی کا یہ کہہ دینا کہ میں نے اپنے آپ کو منصب قضاء سے علیحدہ کر لیاء کافی نہیں اور نہ محض

استعفی پیش کر دینے سے علیحدگی کا عمل مکمل ہو جائے گا، بلکہ ضروری ہے کہ امیر اس کا استعفی قبول بھی کر لے، لہٰذا استعفی پیش کرنے اور اس کی منظوری کے درمیان کی عبوری مدت میں جو فیصلے قاضی کرے گا وہ نافذ ہوں گے۔ امیر کو چاہیے کہ اگر کوئی متبادل شخصیت اس منصب کے لئے موجود ہو تو اس کا استعفاء منظور کر لے۔

"اما اذا تعین بان لم یکن احد غیرہ یصلح للقضاء وجب علیه الطلب صیانة لحقوق المسلمین و دفعا لظلم الظالمین"[12]

اگر صورت حال ایسی ہو کہ کوئی دوسری شخصیت منصب قضاء کے لئے اہل موجود نہیں، اور قضاء کا فریضہ اس قاضی کے لئے فرض عین کا درجہ اختیار کر چکا ہے تو ایسی صورت میں جس طرح امیر کے لئے اسے معزول کرنا حرام ہے۔ اسی طرح خود قاضی کے لئے اپنے کو اس منصب سے علیحدہ کرنا بھی درست نہیں ہوگا۔ لہٰذا ایسی صورت میں امیر کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہو گا کر وہ قاضی کا استعفاء منظور کرے۔

مشائخ فقہائے احناف کی رائے اس بارے میں مختلف ہے کہ آیا قاضی کو اپنے عہدے سے خود علیحدہ ہونے کا حق ہے یا نہیں، ایک رائے تو یہی ہے کہ اگر قاضی پنے آپ کو اپنے عہد سے علیحدہ کر لے تو جیسے ہی امیر کو یہ اطلاع پہنچی تو قاضی معزول ہو جائے گا، اور دوسری رائے یہ ہے کہ قاضی اپنے آپ کو اگر اس منصب سے علیحدہ کر لے تو وہ معزول نہیں ہوگا، اس لئے کہ عام حقوق اور مفادات کی نگرانی کا وہ ذمہ دار ہے، اور اس کا حق اسے نہیں پہنچتا کہ وہ عامۃ الناس کے حقوق باطل کر دے۔

"وفیها ای (البرازیه) القاضي اذا عزل نفسه فبلغ السلطان عزله ینعزل وكذا اذا كتب به الی السلطان وبلغ الكتاب إلى السلطان وقیل لا ینعزل بعزل نفسه لاته نائب عن العامة فلا يملك ابطال حقهم"13

اس قول کا مفاد یہ ہے کہ محض استعفی کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ امیر یا قاضی القضاۃ اسے منظور بھی کر لے جو دراصل اس نظم کا ذمہ دار ہے، علامہ ماوردی کی تصریحات کا حاصل بھی یہی ہے اور مناسب بات بھی یہی ہے کہ عدلیہ کے اہم ترین نظم وضبط کو بگاڑ سے بچانے کے لئے اس قول کو اختیار کرنا ضروری ہے، اسی طرح قضاء جو فریضہ محکمہ اور سنت متبعہ ہے، اگر کسی شخص کو امیر نے اس منصب پر مقرر کیا تو بلا عذر اس معروف کو ترک کر دینا درست نہیں ہو گا، ہاں گر کوئی عذر معقول ہو تو امیر کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے عذر کی رعایت کرے، بہر حال متن کتاب میں مذکور ضوابط میں فقہ حنفی کے اسی دوسرے قول اور علامہ ماوردی کی کو بنیاد بنایا گیا ہے، تاکہ نظم قضا بگاڑ سے محفوظ رہے۔

تیسری صورت: قاضی کی معزولی کے اسباب پیدا ہو جانا

قاضی کی معزولی کے اسباب تین طرح کے ہیں: (الف) موت (ب) عجز (ج) جرح

پہلا سبب موت:

موت سے مراد اس شخص کی موت ہے، جس نے اسے عہدہ قضاء پر مقرر کیا ہے، تو کیا "اختیار قضاء تفویض کرنے والے کی موت سے قاضی معزول ہو جائے گا؟ اس سلسلے میں اولا یہ دیکھنا ہو گا کہ اختیار قضاء سپرد کرنے والا کون ہے؟ چنانچہ قضاء کا اختیار سپرد کرنے والے کی تین قسمیں ہو سکتی ہیں

ا۔ امیر۔ حاکم۔ امیر یا حکم نے قاضی بنایا ہو۔

۲۔ قاضی القضاۃ۔ چیف جسٹس - قاضی چیف جسٹس یا قاضی القضاۃ نے بنایا ہو۔
۳۔ کسی مخصوص علاقہ کا قاضی۔ کسی مخصوص علاقے کے قاضی نے قاضی بنایا ہو۔
"فی فتاوی قاضی خان واقامات الخلیفة لاینعزل قضاته وعماله"[14]

پہلی صورت میں جبکہ تولیت امام عام سے حاصل ہو، اس امیر و امام کی موت کی وجہ سے قاضیوں کی ولایت باطل نہیں ہوگی اس لئے کہ امیر اپنی ذاتی حیثیت اور شخصی حق کی خاطر کسی کو قضاء کے عہدے پر مقرر نہیں کرتا بلکہ حقوق مسلمین کی خاطر یہ تقرریاں کرتا ہے، لہٰذا یہ تقرریاں بدستور قائم رہیں گے اگرچہ امیر انتقال کر جائے۔

حضونبی کریم ﷺ نے حضرت عتاب بن اسیدؓ کو قاضی مکہ خندق مقرر فرمایا جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو عتاب گوشہ نشیں ہوگئے اور قضاء کا کام چھوڑ دیا تو حضرت سہیل بن عمروؓ نے انہیں اس گوشہ نشینی سے باہر نکالا اور کہا کہ اگرچہ حضور ﷺ کا مال ہو گیا ہے لیکن مسلمان باقی ہیں، تو حضرت عتابؓ نے قضاء کا کام شروع کر دیا، اور صحابہ میں سے کسی نے اس پر نکیر نہیں کی اس طرح اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ امیر کی موت قاضی کے عزل کی موجب نہیں ہوگی۔[15]

وفی العمادیة وجامع الفصولین کما فی الخلاصة - و فی فتاوی قاضی خان اذامات الخلیفة لا ینعزل قضاته وعماله وکذالوکان القاضی ماذونا بالاستخلاف فاستخلف غیره ومات القاضی او عزل لا ینعزل خلیفته فتحرر من ذالك اختلاف المشائخ فی انعزال النائب بعزل القاضی وبموته وقول البزازی الفتوی علی أنه لا ینعزل بموته بالأولی - وفی التاتارخانیة أن القاضی انما هو رسول من السلطان فی نصب النواب. انتهی (الاشباه م) - فقد نقل الثقات ان النائب لا ینعزل بعزلان الأصل ولا بموته قال الزیلعی فی شرح الکنز من کتاب الوکالة لا یملك القاضی الاستخلاف الا باذن الخلیفة ثم لا ینعزل بعزل القاضی الأول ولا بمرته وینعزلان بعزل الخلیفة لهما ولا ینعزلان بمرته وهو المعتمد فی المذهب ولم نرخلافا فی المسئلة.[16]

دوسری صورت: میں جب کہ "تولیت قاضی القضاۃ" کے ذریعہ سے عمل میں آئی ہو تو اس صورت میں بھی قول محقق یہی ہے کہ قاضی القضاۃ کی موت سے اس کے مقرر کئے ہوئے قضاۃ معزول نہیں ہوں گے اس لئے کہ قاضی القضاۃ کی حیثیت تولیت قضاء کے باب میں امیر کے قاصد جیسی ہے لہٰذا اس کی طرف سے ہونے والی تقرریوں کا بھی وہی حکم ہو گا جو امیر کی جانب سے کی گئی تقرریوں کا ہوتا ہے۔

اس صورت میں ایک قول یہ ہے کہ نائبین معزول ہو جائیں گے، لیکن اکثر مشائخ کی رائے یہی ہے کہ قاضی القضاۃ کی موت سے اس کے نائبین معزول نہیں ہوگے۔

تیسری صورت: میں یعنی جب کسی مخصوص حلقہ کے قاضی نے کوئی نائب مقرر کیا ہو تو اس کے بارے میں فقہ حنفی میں علیحدہ سے کوئی تصریح نہیں ملتی، بلکہ جو عام حکم قضاۃ کی طرف سے تقرری کے بارے میں موجود ہے اسمیں اسطرح کا کوئی فرق نہ کیا گیا ہے اور نہ ہی رکھا گیا ہے۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ حکم عام ہو، اور قاضی علاقہ کی موت سے بھی اس کے مقرر کئے ہوئے نائب قاضی کو معزول نہیں ہونا چاہیے، اشوافع کے نزدیک " قاضی حلقہ کی موت سے اس کے مقرر کئے ہوئے نائبین معزول ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ اس کا دائرہ اختیار بھی محدود ہے اور حلقہ کار بھی، لہٰذا امام اور امیر کے تقررات پر اسے قیاس

کرنا درست نہیں۔[17]

ایک قول یہ ہے کہ قاضی اصل کی معزولی سے اس کے نائبین بھی معزول ہو جائیں گے لیکن اکثر مشائخ کا قول یہ ہے کہ معزول نہیں ہوں گے اور

الاشباہ والنظائر بحوالہ محیط" الفتوی علی امنه لا يتغزل بعزل القاضي لانه نائب السلطان أو العامة"[18]

رہا مسئلہ عزل تو قاضی القضاۃ یا قاضی علاقہ کی معزولی سے وہ قضاۃ معزول نہیں ہوں گے جنہیں ان دونوں میں سے کسی نے قاضی مقرر کیا ہو ۔

اور نہ امیر کی معزولی سے اس کے مقرر کئے ہوئے قضاۃ معزول ہوں گے۔[19]

دوسرا سبب عجز

عجز کی تین صورتیں ہیں :

(۱) وہ عیوب جن کے ہوتے ہوئے کسی شخص کو قاضی مقرر کرنا درست نہیں، جیسے اندھا، بہرا، یا گونگا ہونا۔ اگر منصب قضاء پر تقرری کے بعد ایسے عیوب پیدا ہو گئے ہوں تو قاضی معزول ہو جائے گا۔[20]

(۲) وہ عیوب جو مانع تقلید نہیں، جسے لنگڑا ہونا، تو ایسے عیوب کے پیدا ہو جانے سے قاضی معزول نہیں ہو گا۔

(۳) بیماری اگر ایسی ہو جس کی وجہ سے قوت فیصلہ پر اور قضاء کی ذمہ داریوں کی انجام دہی پر اثر نہیں پڑتا تو ایسی بیماری موجب عزل نہیں ہو گی اور اگر مرض ایسا ہو کہ جس کی وجہ سے فرائض قضاء کی انجام دہی میں رکاوٹ پڑتی ہو تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ کیا اس مرض سے شفایابی کی بظاہر توقع ہے یا نہیں اگر توقع شفاء کی ہو تو اس کی وجہ سے عہدہ قضاء سے قاضی معزول نہیں ہو گا، اور اگر شفاء کی امید نہیں تو معزول ہو جائے گا۔[21]

تیسرا سبب جرح :

جرح سے مراد فسق اور ارتداد ہے۔

"وفي الواقعات الحسامية الفتوى على انه لا ينعزل على بالردة فان الكفر لا ينافي ابتداء القضاء في أحدى الروايتين "[22] ولو كان عدلانفق باخذها أو بغيره استحق العزل وجوبا وقبل ينعزل و عليه الفتوى - ابن كال و ابن ملك هذا ظاهر المذهب و عليه مشائخنا البخاريون والسمر قنديون ومعناه انه يجب على السلطان عزله ذكره في الفصول(وقيل ينعزل وعليه الفتوى) قال في البحر بعد نقله وهو غريب والمذهب خلافه"[23]

اگر قاضی العیاذ باللہ مرتد ہو جائے، یا فاسق ہو جائے تو محض ارتداد کی وجہ سے وہ معزول نہیں ہو گا۔

البتہ ہر دو صورتوں میں امیر پر واجب ہے کہ وہ اسے معزول کر دے۔

امام شافعی کے ہاں ارتداد کی وجہ سے قاضی خود بخود معزول ہو جائے گا، البتہ اگر قاضی فاسق ہو جائے، اور اپنے فسق پر اسے اصرار بھی ہو تو وہ معزول ہو جائے گا، اور اگر اسے ندامت اور توبہ کی توفیق مل چکی ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس توبہ سے پہلے اس کا فسق ظاہر ہو چکا تھا یا نہیں، اگر ظاہر نہیں ہوا تو معزول نہیں ہو گا۔ اور اگر ظاہر ہو گیا تھا تو معزول ہو جائے گا۔[24]

ججز کی معزولی سے متعلق پاکستانی قوانین

پاکستان میں عدلیہ کے احتساب کے لیے ایک باقاعدہ ادارہ "سپریم جوڈیشل کونسل" کے نام سے قائم ہے، جو اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کے طرزِ عمل اور پیشہ ورانہ ذمہ داریوں پر نظر رکھتا ہے۔ اگر کسی جج کے خلاف بدعنوانی، اختیارات کے ناجائز استعمال یا غیر اخلاقی رویے کے الزامات سامنے آئیں، تو یہی کونسل ان کی جانچ پڑتال کی مجاز ہے۔

آئینِ پاکستان 1973 کے آرٹیکل 209 میں اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کے احتساب کے لیے ایک منظّم آئینی فریم ورک مہیا کیا گیا ہے۔ اس دفعہ کے تحت سپریم جوڈیشل کونسل کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ایسے کسی جج کے خلاف انضباطی کارروائی کی سفارش کرے جو اپنے منصبی فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی برتے، مالی یا اخلاقی بدعنوانی کا مرتکب ہو، یا اپنی آئینی حیثیت کو ذاتی مفادات کے لیے استعمال کرے۔ ایسے حالات میں کونسل جج کی معزولی یا دیگر مناسب اقدامات تجویز کرنے کی مجاز ہے۔

اس اصول کی قانونی توثیق *PLD 2000 SC 869* کے معروف فیصلے میں بھی کی گئی، جہاں عدالت عظمیٰ نے یہ مؤقف اپنایا کہ اعلیٰ عدلیہ کے جج کسی طور پر قانون یا آئین سے بالاتر نہیں، اور ان کا احتساب واضح آئینی دائرہ کار کے تحت ممکن ہے۔ اس فیصلے نے عدلیہ کے اندر احتساب کے تصور کو مزید تقویت بخشی۔

سپریم جوڈیشل کونسل، جب کسی جج کے خلاف شکایات یا شواہد موصول ہوتے ہیں، تو وہ ان کی جانچ کے لیے ایک تحقیقاتی کمیٹی یا کمیشن تشکیل دیتی ہے۔ یہ کمیشن تمام دستیاب شواہد، گواہوں کے بیانات، اور قانونی تقاضوں کی روشنی میں ایک مفصل رپورٹ تیار کرتا ہے۔ اس رپورٹ کی بنیاد پر کونسل صدرِ مملکت کو اپنی سفارشات ارسال کرتی ہے، اور صدر، آئینی اختیار کے تحت، ان سفارشات پر عمل کرتے ہوئے متعلقہ جج کے خلاف برطرفی یا دیگر مناسب کارروائی کا فیصلہ کرتے ہیں۔

آئینِ پاکستان کے آرٹیکل 209 کے تحت "سپریم جوڈیشل کونسل" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے، جس کا مقصد اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی نگرانی اور ان کے احتساب کو یقینی بنانا ہے۔ یہ کونسل چیف جسٹس آف پاکستان، سپریم کورٹ کے دو سینئر ترین ججوں اور ہر ایک صوبے کی ہائی کورٹ کے دو سینئر ججوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ کونسل ججوں کے لیے ایک ضابطۂ اخلاق (Code of Conduct) ترتیب دیتی ہے، جس کی پابندی اعلیٰ عدالتوں کے تمام ججوں کے لیے لازم ہوتی ہے۔

آئینی ڈھانچے کے مطابق، ماتحت عدلیہ کے فیصلوں کے خلاف اپیل کا حق حاصل ہے، اور اس پر حتمی فیصلہ صادر کرنے کا اختیار سپریم کورٹ کے پاس ہے۔ آئین کے آرٹیکل 185 کے تحت، سپریم کورٹ کسی بھی ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل کی سماعت اور اس پر فیصلہ سنانے کی مجاز ہے۔ دوسری طرف، آرٹیکل 203 کے تحت، ہائی کورٹس کو اپنی ماتحت عدالتوں کی نگرانی، تربیت، اور ان میں قواعد و ضوابط کی پابندی یقینی بنانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

آئینی طور پر، پاکستان میں اعلیٰ عدلیہ کے جج کو صرف سپریم جوڈیشل کونسل کی سفارش اور طے شدہ طریقہ کار کے مطابق ہی اس کے عہدے سے برطرف کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح، ججوں کے احتساب کا عمل آزاد اور آئینی دائرہ کار میں رہتے ہوئے انجام پاتا ہے۔[25] آئینِ پاکستان کے تحت قائم سپریم جوڈیشل کونسل کو اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کے خلاف موصول ہونے والی شکایات کی جانچ پڑتال کا اختیار حاصل ہے۔ یہ کونسل صدرِ پاکستان کو اپنی سفارشات ارسال کرتی ہے، جن کی روشنی میں مناسب اقدام کیا جاتا ہے۔ اس کونسل کی تشکیل میں چیف جسٹس آف پاکستان، سپریم کورٹ کے دو سینئر ترین جج، اور ملک کی کسی ہائی کورٹ کے دو سب سے سینئر جج شامل ہوتے ہیں، جن میں سے ایک کسی ہائی کورٹ کا سینئر ترین چیف جسٹس ہوتا

ہے۔ ججوں کی سنیارٹی کا تعین ان کی ابتدائی تقرری کی تاریخ کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی رکن کی غیر موجودگی ہو، تو اُس کی جگہ اگلی سنیارٹی رکھنے والے جج کو کونسل میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ کونسل کی کارروائی اکثریتی فیصلے کی بنیاد پر طے پاتی ہے۔

یہ ادارہ ججوں کے طرزِ عمل اور قابلیت سے متعلق شکایات کی غیر جانبدارانہ اور پیشہ ورانہ جانچ کرتا ہے تاکہ عدلیہ کے وقار اور آزادی کو برقرار رکھا جا سکے۔ کونسل کے فیصلے قطعی تصور کیے جاتے ہیں، اور ان پر کسی عدالت میں نظرِ ثانی یا اپیل دائر نہیں کی جا سکتی۔ مزید یہ کہ کسی جج کو سپریم جوڈیشل کونسل کی سفارش کے بغیر برطرف نہیں کیا جا سکتا۔

اگر صدرِ پاکستان کو کسی جج کے بارے میں اطلاع ملے خواہ وہ اطلاع براہِ راست موصول ہو یا سپریم جوڈیشل کونسل کے ذریعے کہ وہ ذہنی یا جسمانی معذوری کی وجہ سے اپنے فرائض انجام دینے سے قاصر ہے، یا وہ کسی غیر قانونی سرگرمی میں ملوث پایا گیا ہے، تو صدر متعلقہ شکایت کی تحقیقات کے لیے سپریم جوڈیشل کونسل کو رجوع کر سکتا ہے۔ اگر تحقیقات کے بعد کونسل یہ نتیجہ اخذ کرے کہ مذکورہ جج اپنے منصب کے اہل نہیں رہا، تو وہ اپنی رپورٹ صدرِ مملکت کو ارسال کرے گی، جس کی بنیاد پر صدر اس جج کو عہدے سے سبکدوش کر سکتا ہے۔

آئینِ پاکستان میں واضح طور پر یہ اصول طے کیا گیا ہے کہ سپریم کورٹ یا کسی ہائی کورٹ کے جج کو ان کے منصب سے ہٹانے کا اختیار صرف اُس طریقہ کار کے تحت استعمال کیا جا سکتا ہے جو دستور میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی انتظامی حکم، ماتحت عدالتی کاروائی، یا کسی دوسرے متبادل طریقے سے کسی جج کو معزول کرنا نہ صرف آئینی حدود سے تجاوز ہوگا بلکہ عدلیہ کی آزادی کے اصول سے بھی متصادم ہوگا۔ اس آئینی تحفظ کا بنیادی مقصد اعلیٰ عدلیہ کے جج صاحبان کی خودمختاری، غیر جانبداری، اور منصبی وقار کو برقرار رکھنا ہے، تاکہ عدالتی نظام پر عوام کا اعتماد مستحکم رہے اور احتساب کے عمل میں شفافیت و توازن برقرار رکھا جا سکے۔

اسی تناظر میں، دستور سپریم جوڈیشل کونسل کو یہ اہم آئینی ذمہ داری تفویض کرتا ہے کہ وہ اعلیٰ عدلیہ کے معزز ججز کے لیے ایک ضابطۂ اخلاق (Code of Conduct) مرتب کرے، جس کی پاسداری ان کے لیے لازمی ہو۔ اس ضابطے کا مقصد نہ صرف ججوں کے کردار و عمل میں آئینی وفاداری، دیانتداری، اور غیر جانب داری جیسے بنیادی اصولوں کو اجاگر کرنا ہے بلکہ عدالتی نظم و نسق اور ادارہ جاتی وقار کو تحفظ فراہم کرنا بھی ہے۔ اس ضابطہ اخلاق کی موجودگی عدلیہ کے لیے ایک داخلی احتسابی نظام کا کردار ادا کرتی ہے اور اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی اخلاقی و پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کو آئینی دائرے میں مؤثر طریقے سے منظّم کرتی ہے۔[26]

اگر سپریم جوڈیشل کونسل کا کوئی رکن کسی قانونی، انتظامی یا ذاتی مجبوری کے باعث for example، اس کے خلاف جاری انکوائری، مفادات کا ٹکراؤ، یا کسی اور ناگزیر عذر کو نسل کی کارروائی میں حصہ لینے سے قاصر ہو، تو ایسی صورت میں اُس رکن کی جگہ ایک نیا ممبر نامزد کیا جاتا ہے۔ یہ عبوری تقرری آئینی و انتظامی قواعد و ضوابط کے تحت کی جاتی ہے، تاکہ کونسل کی کارروائی میں تسلسل اور شفافیت قائم رہ سکے، اور عدالتی احتساب کے عمل پر کسی قسم کا خلل نہ پڑے۔ اگر غیر حاضر رکن کا تعلق سپریم کورٹ سے ہو، تو اُس کی جگہ سپریم کورٹ کے ججوں میں سے اگلا سینیارٹی کے اعتبار سے اعلیٰ ترین جج کونسل میں شامل کیا جائے گا۔

اگر سپریم جوڈیشل کونسل کے کسی رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دینے والے جج، جو کسی ہائی کورٹ کے چیف

جسٹس ہوں، کسی وجہ سے کونسل کی کارروائی میں شرکت سے قاصر ہوں، تو ان کی جگہ سنیارٹی کے اصول کے تحت کسی اور ہائی کورٹ کے وہ چیف جسٹس نامزد کیے جاتے ہیں جو درجہ بندی میں اگلے نمبر پر ہوں۔ اس متبادل تقرری کا مقصد کونسل کے کام میں تسلسل برقرار رکھنا اور عدالتی احتساب کے نظام کو بغیر کسی رکاوٹ کے مؤثر انداز میں جاری رکھنا ہے۔ یہ انتظامی و آئینی بندوبست اس امر کو یقینی بناتا ہے کہ کسی بھی ناگزیر رکاوٹ کی صورت میں بھی سپریم جوڈیشل کونسل کی کارکردگی متاثر نہ ہو۔[27]

اگر سپریم جوڈیشل کونسل کی کارروائی کے دوران اراکین کے درمیان کسی معاملے پر آراء میں اختلاف واقع ہو جائے، تو ایسی صورت میں کونسل کی رائے اکثریتی فیصلے کی بنیاد پر متعین کی جائے گی۔ اس اکثریتی رائے کو حتمی سفارش کی شکل میں مرتب کر کے صدرِ مملکت کو ارسال کیا جاتا ہے، تاکہ وہ آئینی اختیار کے تحت مناسب کارروائی کر سکیں۔ اس اصول کا مقصد یہ ہے کہ مشاورت کے عمل میں تنوعِ رائے کے باوجود فیصلے کا تسلسل برقرار رکھا جا سکے اور عدالتی احتساب کا عمل آئینی دائرے میں مؤثر طریقے سے جاری رہے۔[28]

سپریم جوڈیشل کونسل کو مؤثر اور بااختیار بنانے کے لیے اسے وہ تمام قانونی اختیارات دیے گئے ہیں جو سپریم کورٹ کو حاصل ہوتے ہیں، جن میں کسی شخص کو طلب کرنے، بیان لینے، یا مطلوبہ دستاویزات کی جانچ شامل ہے۔ کونسل کسی بھی شکایت یا ریفرنس کی مکمل جانچ پڑتال کے لیے متعلقہ افراد کو بلا سکتی ہے اور دستاویزات منگوانے کی مجاز ہے۔

مزید برآں، جس طرح اعلیٰ عدلیہ کو توہینِ عدالت کی کارروائی کا اختیار حاصل ہے، اسی طرح سپریم جوڈیشل کونسل بھی ایسے افراد کے خلاف کارروائی کر سکتی ہے جو اس کے احکامات کی خلاف ورزی کریں، تحقیقات میں رکاوٹ ڈالیں، ججز پر جھوٹے الزامات لگائیں، یا عدلیہ کے تقدس کو مجروح کرنے کی کوشش کریں۔ یہ اقدام عدالتی نظم و ضبط اور خود مختاری کے تحفظ کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔

1956 کے آئین میں سپریم کورٹ کے جج کو ہٹانے کا اختیار صدر کے پاس تھا، لیکن یہ عمل اس وقت مکمل ہوتا تھا جب متعلقہ جج قومی اسمبلی کے سامنے پیش ہو کر اپنی صفائی دیتا۔ اسی طرح، ہائی کورٹ کے جج کی برطرفی کے لیے سپریم کورٹ کی سفارش لازمی ہوتی تھی۔

بعد ازاں، 1962 کے آئین میں پہلی بار سپریم جوڈیشل کونسل کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا، جس کے تحت ججز کے احتساب کا ایک منظّم اور باقاعدہ طریقہ طے کیا گیا۔ ابتدا میں کونسل کے اجلاس کے لیے کم از کم اراکین کی تعداد (کورم) کا تعین نہیں کیا گیا تھا، مگر 6 جون 1971 کو آئین کے آرٹیکل 128 میں ترمیم کرتے ہوئے کم از کم تین اراکین کی موجودگی کو لازمی قرار دیا گیا۔

آرٹیکل 209 کے جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ صدرِ مملکت کسی جج کو اس وقت تک برطرف نہیں کر سکتا جب تک کہ سپریم جوڈیشل کونسل اس حوالے سے واضح سفارش نہ کرے۔ محض کسی جج کو قصوروار قرار دینا کافی نہیں، جب تک اس کی برطرفی کی باقاعدہ سفارش کونسل کی جانب سے نہ ہو۔

ابتدائی طور پر 1973 کے آئین میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ سپریم جوڈیشل کونسل صرف اس وقت کارروائی کر سکتی ہے جب صدر کی طرف سے کوئی ریفرنس موصول ہو۔ تاہم، بعد میں کی گئی آئینی ترامیم کے نتیجے میں کونسل کو یہ اختیار بھی دے دیا گیا کہ وہ کسی بھی جج کے خلاف از خود کارروائی کا آغاز کر سکتی ہے۔

سپریم جوڈیشل کونسل کو مندرجہ ذیل صورتوں میں کسی جج کے خلاف کارروائی کا اختیار حاصل ہے:

اگر کوئی جج جسمانی یا دماغی بیماری کی وجہ سے اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے قابل نہ رہے؛

اگر اس کے خلاف کرپشن یا بددیانتی کے سنگین الزامات ہوں؛

یا اگر وہ ضابطۂ اخلاق کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو۔

ان صورتوں میں مکمل تفتیش کے بعد کونسل اپنی حتمی رپورٹ صدرِ مملکت کو بھیجتی ہے، اور اگر رپورٹ میں برطرفی کی سفارش موجود ہو، تو صدر اس پر عملدرآمد کرتے ہوئے متعلقہ جج کو اس کے منصب سے فارغ کر سکتا ہے۔

ججز کے لیے ضابطۂ اخلاق:

پاکستان کی سپریم جوڈیشل کونسل نے ۱۹۶۷ء میں اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کے لیے ایک ضابطۂ اخلاق متعارف کرایا، جس کی خلاف ورزی کو جج کے احتساب کے قابل قرار دیا گیا۔ اس ضابطۂ اخلاق کے دیباچے میں جج کے کردار اور ذمہ داریوں کو واضح کرتے ہوئے درج ذیل نکات بیان کیے گئے ہیں:

ایک جج کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ عدل و انصاف کے اصولوں کا عملی نمونہ پیش کرے اور عوام کے سامنے نظامِ انصاف کی بہترین نمائندگی کرے۔ پاکستان کے آئین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں عدالتی نظام انصاف کے اسلامی اصولوں پر مبنی ہونا چاہیے۔ جج کا حلف اس بات کا عہد ہے کہ وہ آئین اور قانون کی مکمل پاسداری کرے گا۔ اس کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر قانون کی حکمرانی کو یقینی بنائے۔ جج کو اپنے اختیارات کو دیانت داری اور مؤثر انداز میں استعمال کرنے کے لیے اعلیٰ کردار اور غیر معمولی قابلیت کا حامل ہونا چاہیے۔"[29]

یہ ضابطہ اخلاق آٹھ نکات پر مبنی تھا جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

آرٹیکل: 1 زمین اور آسمان کا توازن انصاف اور مساوات پر قائم ہے، لہٰذا ایک جج کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر معاملے میں عدل اور مساوات کے اصول کو مضبوطی سے نافذ کرے۔

آرٹیکل: 2 سپریم جوڈیشل کونسل کی جانب سے ججز کے لیے مرتب کردہ ضابطۂ اخلاق کے مطابق، ایک جج کے کردار و عمل میں اعلیٰ درجے کی تقویٰ شعاری، عدالتی حکمت، اور قانون کی مکمل پاسداری کا پایا جانا بنیادی شرط ہے۔ اس کے فیصلے فہم و تدبر پر مبنی ہوں، اس کا مزاج متوازن ہو، اور اس کی عملی زندگی افراط و تفریط سے مبرا ہو۔ عدالتی اختیارات کے استعمال میں جج کو استقلال اور اصولی استقامت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، تاہم اس میں سخت گیری یا تند مزاجی شامل نہ ہو۔ وہ شائستگی کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے منصبی فرائض انجام دے، لیکن اس میں کمزوری یا تذبذب نہ ہو۔ اس کے اقوال و افعال میں ہم آہنگی، راست گوئی اور خلوص نمایاں ہو، اور وہ ہر مقدمے میں غیر جانبداری کے ساتھ فیصلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔

آرٹیکل: 3 اسی ضابطے کے تحت یہ بھی لازم ہے کہ ایک جج کی ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی ایسے طرزِ عمل سے پاک ہو جو اس کے وقار اور عدالتی منصب پر سوال اٹھا سکے۔ اس کی سیرت میں بے عیبی اور ہر قسم کے مشتبہ یا نامناسب تعلقات سے اجتناب نمایاں ہونا چاہیے۔

آرٹیکل: 4 علاوہ ازیں، کسی ایسے مقدمے کی سماعت سے اجتناب ضروری ہے جس میں جج کا کوئی ذاتی مفاد وابستہ ہو، یا فریقین میں سے کسی کے ساتھ اس کے تجارتی، خاندانی یا گہرے ذاتی روابط موجود ہوں۔ اگر کسی فریق یا اس کے وکیل کے ساتھ

جج کے ایسے تعلقات پائے جائیں جو عدالتی غیر جانبداری پر اثرانداز ہو سکتے ہوں، تو جج کو مقدمے سے الگ ہو جانا چاہیے۔ نہ صرف عدل کیا جانا ضروری ہے بلکہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرنا بھی ناگزیر ہے جس سے عوام کو بھی انصاف ہوتا ہوا نظر آئے۔ جج کو ہر حال میں اپنے ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر فیصلے صادر کرنے چاہییں تاکہ عدلیہ کے غیر جانبدار اور منصفانہ تشخص کو قائم رکھا جا سکے۔

آرٹیکل 5 :جج کے لیے اپنی سرکاری حیثیت کو کسی ذاتی یا غیر قانونی مفاد کے لیے استعمال کرنا سنگین غلطی ہے۔اسے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کسی فرد یا ادارے کا احسان مند نہ بنے تاکہ وہ آزادانہ طور پر اپنے فرائض ادا کر سکے۔

آرٹیکل 6 :ایک جج کو ایسے تمام غیر عدالتی فرائض سے گریز کرنا چاہیے جو اس کے منصب کی غیر جانبداری پر اثر ڈال سکتے ہوں۔اسی اصول کے تحت، کسی ادبی، سماجی یا انتخابی عہدے کے لیے نامزدگی یا امیدوار بننا جج کے لیے مناسب نہیں سمجھا جاتا، کیونکہ اس سے اس کے عدالتی کردار پر سوال اٹھ سکتا ہے۔

آرٹیکل 7 :اگرچہ کسی جج کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں یا دیرینہ دوستوں سے علامتی یا غیر رسمی نوعیت کے تحائف قبول کرے، لیکن اس پر لازم ہے کہ وہ ایسے تمام تحائف کو صاف طور پر مسترد کر دے جو اس کی عدالتی حیثیت، منصبی اختیارات یا اثر و رسوخ کے پیش نظر دیے جا رہے ہوں۔اسی طرح، جب وہ کسی ضیافت، رسمی دعوت یا سماجی تقریب میں شرکت کرے، تو اسے انتہائی احتیاط کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ ایسی کسی سرگرمی کا حصہ نہ بنے جس سے اس کی غیر جانبداری پر سوال اٹھایا جا سکے یا میزبان کے کسی پوشیدہ مفاد کا تاثر پیدا ہو۔

آرٹیکل 8 :عدالتی کارروائی کے دوران جج کا طرزِ عمل اپنے ساتھی ججوں کے ساتھ تعاون، خیر سگالی اور خلوص پر مبنی ہونا چاہیے۔اگر کسی قانونی نکتے پر اختلاف ہو بھی جائے تو اس کے اظہار کا انداز شائستہ، نرمی سے بھرپور اور باوقار ہونا چاہیے تاکہ ادارے کے تقدس پر آنچ نہ آئے۔[30]

۲۰۰۹ء میں ججز کے لیے ایک نیا ضابطۂ اخلاق متعارف کرایا گیا، جو ۱۹۶۷ء میں جاری کردہ ضابطے کی طرز پر بنایا گیا تھا۔اس نئے ضابطے میں مجموعی طور پر گیارہ دفعات شامل کی گئیں، جن میں بڑی حد تک ۱۹۶۷ء کے ضابطۂ اخلاق کے نکات کو دہرایا گیا۔ تاہم، اس بار دفعات کی تعداد بڑھا کر آٹھ سے گیارہ کر دی گئی، تاکہ ججز کے کردار اور ذمہ داریوں کو مزید واضح کیا جا سکے۔[31]

سپریم جوڈیشل کونسل نے آئینِ پاکستان کے آرٹیکل 209 کے تحت اپنے اختیار کو بروئے کار لاتے ہوئے 2 ستمبر 2009ء کو اعلیٰ عدلیہ کے ججز کے لیے ایک جامع ضابطۂ اخلاق جاری کیا، جو بدستور نافذ العمل ہے۔اس ضابطے میں ججز کے لیے اخلاقی، پیشہ ورانہ اور آئینی فرائض کے حوالے سے واضح رہنمائی فراہم کی گئی ہے، جن کا مقصد عدالتی نظام کی شفافیت، غیر جانبداری اور وقار کو یقینی بنانا ہے۔

اس ضابطے کے تحت ججز پر لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں مساوات اور انصاف کے اصولوں کو برقرار رکھیں اور فیصلوں میں مکمل غیر جانبداری کا مظاہرہ کریں، چاہے وہ ان کا ذاتی طرزِ عمل ہو یا پیشہ ورانہ رویہ۔ججوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں تقویٰ اور خدا خوفی کو مدنظر رکھیں، اور قانونی و آئینی تقاضوں کی مکمل پابندی کریں۔

فیصلہ سازی میں سچائی، ذہانت اور فہم و تدبر کے اصولوں کو اپنانا ضروری ہے، تاکہ نہ صرف انصاف ہو بلکہ اس کا مظاہرہ

بھی معاشرے کے سامنے آئے۔ جج کے رویے میں شائستگی اور توازن ہونا چاہیے، مگر ایسی نرمی سے اجتناب برتنا چاہیے جو کمزوری یا جانبداری کا تاثر دے۔

عدالتی نظم وضبط برقرار رکھنے کے لیے وقت کی پابندی کو لازمی قرار دیا گیا ہے، اور ان مقدمات سے اجتناب کی ہدایت کی گئی ہے جن میں جج کے ذاتی مفادات یا رشتہ داریوں کے باعث مفادات کے ٹکراؤ کا اندیشہ ہو۔ اگر کسی مقدمے میں جج کا قریبی رشتہ دار یا دوست فریق کے طور پر شامل ہو، تو بہتر یہی ہے کہ وہ اس مقدمے سے علیحدگی اختیار کرے۔

ضابطے میں یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ جج سیاست، کاروبار، قانونی مشاورت یا کسی بھی قسم کی ذاتی تشہیر سے خود کو دور رکھیں تاکہ ان کی غیر جانبداری متاثر نہ ہو۔ منصب سے ناجائز فائدہ اٹھانے یا مالیاتی اداروں سے ایسے قرض لینے سے گریز کی تلقین کی گئی ہے جس سے کسی دباؤ یا مفاد کا امکان پیدا ہو۔

سپریم جوڈیشل کونسل کی تاریخ اور ججز کے خلاف کارروائی۔

سپریم جوڈیشل کونسل کا قیام اعلیٰ عدلیہ کے ججز کے احتساب کے لیے عمل میں آیا۔ اس کونسل کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ججز کے خلاف شکایات کا جائزہ لے اور ضرورت پڑنے پر کارروائی کرے۔ تاریخ میں مختلف مواقع پر صدرِ مملکت نے ججز کے خلاف ریفرنسز بھیجے، جن میں سے کچھ اہم مقدمات درج ذیل ہیں:

چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کا کیس۔

سابق صدر جنرل (ر) پرویز مشرف نے ۹ مارچ ۲۰۰۷ء کو اس وقت کے چیف جسٹس پاکستان، افتخار محمد چودھری کے خلاف ریفرنس سپریم جوڈیشل کونسل کو بھیجا۔ تاہم، افتخار چودھری نے اس ریفرنس کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا، جس پر فل کورٹ نے ۲۰ جولائی ۲۰۰۷ء کو فیصلہ سناتے ہوئے ریفرنس کو کالعدم قرار دے دیا۔ اس کے باوجود، ۳ نومبر ۲۰۰۷ء کو پی سی او (پرووژنل کانسٹی ٹیوشنل آرڈر) کے تحت افتخار چودھری سمیت متعدد اعلیٰ عدلیہ کے ججز کو برطرف کر دیا گیا۔ اس اقدام کے خلاف ایک ملک گیر تحریک چلی، جو تقریباً دو سال تک جاری رہی۔ بالآخر، ۲۰۰۹ء میں افتخار محمد چودھری سمیت برطرف ججز کو ان کے عہدوں پر بحال کر دیا گیا۔

لاہور ہائی کورٹ کے ججز کے خلاف کارروائی۔

جنرل (ر) پرویز مشرف کی جانب سے لاہور ہائی کورٹ کے تین ججز شیخ شوکت، فضل غنی اور سید اخلاق حسین کے خلاف بھی ریفرنس دائر کیے گئے۔ تاہم، ان ججز نے عدالتی کارروائی کا سامنا کرنے کے بجائے خود ہی اپنے عہدوں سے استعفیٰ دے دیا تھا۔

یہ تمام معاملات عدلیہ کی تاریخ میں اہم نظائر کی حیثیت رکھتے ہیں اور سپریم جوڈیشل کونسل کے اختیارات اور ججز کے احتساب کے نظام کو واضح کرتے ہیں۔

اسلامی اور پاکستانی قوانین کا تقابلی جائزہ

اسلامی شریعت اور پاکستانی قوانین دونوں میں ججز یا قاضی کے منصب قضاء سے معزولی کے اصول موجود ہیں، مگر طریقہ کار اور بنیادیں مختلف ہیں۔ اسلامی نظام عدل میں قاضی کو اللہ کی طرف سے امانت دار بنایا گیا ہے اور منصب پر فائز قاضی کے لیے عدل، دیانت، علمِ شریعت، بصیرت اور تقویٰ جیسی صفات لازمی ہیں۔ اگر قاضی میں یہ صفات زائل ہو جائیں یا وہ اخلاقی، عملی یا

علمی کوتاہی میں مبتلا ہو جائے، تو امیر یا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے اختیار میں ہے کہ وہ اسے منصب سے معزول کرے۔ معزولی کی بنیادی صورتیں تین ہیں: (۱) امیر یا قاضی القضاۃ کا حکم، (۲) قاضی خود استعفیٰ دے، یا (۳) معزولی کے شرعی اسباب پیدا ہونا۔ فقہی آراء کے مطابق امیر کا حکم اس وقت تک نافذ العمل ہوتا ہے جب نص یا اجماع کے خلاف نہ ہو اور مصلحتِ عامہ کے تابع ہو۔ قاضی کا خود استعفیٰ صرف معقول وجہ سے منظور ہوتا ہے اور عبوری مدت میں اس کے فیصلے نافذ رہتے ہیں۔ معزولی کے اسباب میں موت، عجز، اور جرح شامل ہیں۔ موت کے معاملے میں، قاضی کی تقرری جاری رہتی ہے چاہے مقرر کرنے والا امیر، قاضی القضاۃ یا علاقائی قاضی وفات پا جائے، جب تک کوئی مخصوص نص یا قیاس خلاف نہ ہو۔ عجز کے حالات میں وہ قاضی معزول ہوتا ہے جو اپنی ذمہ داریوں میں ناقص ہو، جبکہ معمولی بیماری یا جسمانی عیب معزولی کا سبب نہیں بنتے۔ جرح میں فسق اور ارتداد دونوں صورتوں میں قاضی کی معزولی جائز ہوتی ہے، مگر امیر کی نگرانی اور توبہ کی صورت میں استثناء ممکن ہے۔

پاکستانی قوانین میں ججز کے احتساب کے لیے ایک منظم اور آئینی فریم ورک موجود ہے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 209 کے تحت سپریم جوڈیشل کونسل اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کے طرزِ عمل اور پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کی جانچ پڑتال کے لیے مجاز ہے۔ کونسل کسی جج کے خلاف بدعنوانی، غیر اخلاقی رویہ یا منصبی کوتاہی کی صورت میں تحقیقات کرتی ہے اور صدرِ پاکستان کو اپنی سفارشات بھیجتی ہے، جس کے تحت جج کی معزولی یا دیگر مناسب کارروائی کی جاتی ہے۔ ضابطہ اخلاق (Code of Conduct) کے تحت ججز پر لازم ہے کہ وہ عدل و انصاف، غیر جانبداری، تقویٰ اور شائستگی کے اصولوں پر عمل کریں۔ کونسل کی کارروائی میں اراکین کی اکثریت فیصلہ کرتی ہے، اور عبوری غیر موجودگی یا متبادل رکن کی تقرری کے انتظامات بھی آئینی ضوابط کے مطابق کیے جاتے ہیں۔

نتیجتاً، اسلامی شریعت میں قاضی کی معزولی بنیادی طور پر اخلاقی، شرعی اور عملی اہلیت پر منحصر ہے، اور اختیار امیر یا قاضی القضاۃ کے پاس ہے، جبکہ پاکستانی قوانین میں معزولی ایک رسمی، قانونی اور آئینی عمل کے تحت سپریم جوڈیشل کونسل اور صدر کی مشترکہ نگرانی میں ممکن ہے۔ دونوں نظاموں میں مشترکہ مقصد منصب قضاء کی حرمت، عدلیہ کے وقار اور عوام کے حقوق کا تحفظ ہے، تاہم شریعت میں زیادہ زور اخلاقی و شرعی اہلیت پر ہے جبکہ پاکستانی قوانین میں قانونی، آئینی اور ضابطہ اخلاق پہلوؤں کی بنیاد پر کارروائی کی جاتی ہے۔

نتائج البحث

1. ججز کی معزولی کا مقصد منصب قضاء میں عدل، دیانت، اور پیشہ ورانہ اہلیت کو یقینی بنانا ہے۔ دونوں نظام اسلامی شریعت اور پاکستانی قانون اس بات پر زور دیتے ہیں کہ معزولی صرف جائز اور معقول وجوہات کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔
2. اسلامی شریعت میں قاضی کی معزولی کے اسباب میں موت، عجز (جسمانی یا ذہنی معذوری) اور جرح (فسق یا ارتداد) شامل ہیں، جبکہ خود استعفیٰ بھی صرف منظور ہونے کی صورت میں مؤثر ہوتا ہے۔
3. پاکستانی قانونی نظام میں سپریم جوڈیشل کونسل ججز کے احتساب اور معزولی کا بنیادی ادارہ ہے، جو تحقیقات کے بعد صدرِ مملکت کو سفارش کرتی ہے، اور ججز کی برطرفی صرف اس آئینی طریقہ کار کے تحت ممکن ہے۔
4. اسلامی شریعت میں معزولی زیادہ تر اخلاقی، شرعی اور مصلحت عامہ پر مبنی ہے، جبکہ پاکستانی قانون میں معزولی کا عمل ادارہ جاتی، آئینی اور قانونی طریقہ کار کے مطابق ہے۔

5. دونوں نظام ایک مشترکہ مقصد رکھتے ہیں: ججز کی عدلیہ میں آزادی، وقار، اور منصبی ذمہ داری کے ساتھ احتساب کو یقینی بنانا۔
6. معزولی کے ہر عمل میں شفافیت، جائزہ اور عدل کی بنیاد ہونا ضروری ہے تاکہ عدلیہ کے وقار اور عوام کے اعتماد کو برقرار رکھا جاسکے۔
7. ججز کی معزولی کے طریقہ کار میں وضاحت اور قانونی تحفظ موجود ہونا چاہیے تاکہ منصب قضاء کا نظم و نسق متاثر نہ ہو اور کوئی ناجائز یا بلاوجہ مداخلت نہ ہو۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

1 الزرقانی، محمود بن عمر، بحر الرائق فی تفسیر الکلام علی کتاب اللہ الواحد الأحد، جلد ٦، صفحہ ٢٨١،

2 الماوردی، ابو عبداللہ محمد بن محمد، ادب القاضی، جلد ٢، صفحہ ٣٩٩،

3 ابن حجر العسقلانی، فتح القدیر شرح الجامع الصغیر، جلد ٧، صفحہ ٢٦٤،

4 الماوردی، علی بن محمد، الأحکام السلطانیۃ وإدب القاضی، ج 1، ص 299، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1996ء۔

5 ایضا صفحہ نمبر ٢٩٩

6، شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نُجَیم 926)ھ970-ھ (فقہ حنفی کے صاحب اصول اور صاحب تالیف ہیں۔ویکیپیڈیا

7 الاشباہ والنظائر مع خاشیہ الحموی، ص ١٢٤تا ١٤٥۔ادب القاضی للماوردی، ص ٢٩٩ ج، ٢

8 ابن الشِحبۃ، إحمد بن محمد بن محمد (لسان الدین)، لسان الأحکام فی معرفۃ الحلال والحرام، صفحہ ٤، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ٢٠٠٥

9 ابن عابدین، محمد إمین بن عمر، ردالمحتار علی الدر المختار، جلد ٤، صفحہ ٤٢٥، دار الفکر، بیروت، ١٤١٢ھ/ ١٩٩٢ء

10 الماوردی، إبو الحسن علی بن محمد بن حبیب، ادب القاضی، جلد ٢، صفحہ ٤٠٠، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ١٤٠٦ھ/١٩٨٦ء

11 ابن الہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر شرح الہدایۃ، جلد ٧، صفحہ ٢٦٤، دار الفکر، بیروت،

12 ابن عابدین، محمد إمین، ردالمحتار علی الدر المختار، جلد ٤، صفحہ ٤٢٥، دار الفکر، بیروت، ١٤١٢ھ/ ١٩٩٢ء

13 ابن نجیم، زین الدین بن إبراہیم، بحر الرائق شرح کنزالدقائق، جلد ٦، صفحہ ٢٨٢، دار الکتاب الإسلامی، قاہرہ،

14 قاضی خان، فخر الدین حسن بن منصور، الفتاوی الخانیۃ، جلد ٢، صفحہ ٢٦٣، دار الفکر، بیروت،

15 الماوردی، إبو الحسن علی بن محمد، إدب القاضی، جلد ٢، صفحات ٤٠٢—٤٠٣، تحقیق: د. محمد بن سعود البدر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت،

۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

16 ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، الأشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ، مع حاشیۃ الشیخ احمد بن محمد الحموی، ص ۳۳۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت،

17 الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، ادب القاضی، جلد ۳، صفحات ۴۰۳–۴۰۴، تحقیق: د. محمد بن سعود البدر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

18 ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، بحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد ۶، صفحہ ۲۸۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت،

19 الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، ادب القاضی، جلد ۲، صفحہ ۴۰۵، تحقیق: د. محمد بن سعود البدر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء

20 ایضا جلد ۲، صفحہ ۴۰۴،

21 الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، ادب القاضی، جلد ۲، صفحہ ۴۰۴، تحقیق: د. محمد بن سعود البدر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء

22 ابن عابدین، محمد امین، رد المختار علی الدر المختار، جلد ۴، صفحہ ۴۱۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

23 ایضا، صفحہ نمبر ۴۱۴ج ۲

24 ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، الأشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ، صفحہ ۳۴۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت،

25 آئین پاکستان، آرٹیکل: 209۔

26 آئین پاکستان: دفعہ 209، شق نمبر: 8۔

27 آئین پاکستان: دفعہ 209، شق نمبر: 3۔

28 ایضا، دفعہ 209(4)

29) پی۔ایل۔ڈی، سپریم کورٹ جرنل سیکشن XIX، 1967، ص: 97۔

30) پی۔ایل۔ڈی، سپریم کورٹ جرنل سیکشن XIX، 1967، ص: 97-99۔

31) NOTIFICATION by Supreme Judicial Council Islamabad, the 2nd September, 2009